مختلف علوم وفنون

اور اُن کے حاصل کرنے کے فقہی احکام ومراتب

مفتی عبید الرحمٰن (مردان)

حصولِ علم سے متعلق نصوص کی تعلیم

قرآن وحدیث میں حصولِ علم کی جو کچھ ترغیب وفضائل وارد ہوئے ہیں، وہ کسی بابصیرت شخص سے مخفی نہیں ہیں۔ فضائل وترغیب سے کسی چیز کا ندب واستحباب ثابت ہوجاتا ہے، بعض روایات میں اس کے حاصل نہ کرنے پر وعید بھی وارد ہوئی ہے، اسی طرح بعض نصوص میں اس کو لازم بھی قرار دیا گیا ہے، جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ علم حاصل کرنا شریعت کی نظر میں صرف مستحب یا مندوب ہی نہیں ہے، بلکہ واجب اور ضروری بھی ہے۔

ان نصوص کے ظاہر کو دیکھا جائے تو اگرچہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کے علم کا حاصل کرنا واجب اور ضروری ہو، لیکن اس بات پر بھی اُمت کا اتفاق رہا ہے کہ ہر شخص پر ہر قسم کا علم حاصل کرنا ضروری نہیں ہے، بلکہ اس کے مختلف حصے ہیں، جن کے احکام بھی مختلف ہیں، چنانچہ علم کا ایک حصہ وہ ہے جس کا علم ہر شخص کے لیے لازم ہے، جس کو فرضِ عین کہا جاتا ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو ہر شخص کی ذمہ داری تو نہیں ہے، تاہم مجموعی طور پر امت اس کی ذمہ دار ہے، اس کو ''فرضِ کفایہ'' کہا جاتا ہے۔ ایک حصہ وہ ہے جو ان دونوں سے زائد ہے، اس کو ''مستحب'' کہا جاتا ہے، اسی طرح اور بھی مختلف درجات ہیں۔ ''أشباہ'' میں ہے:

''فائدة: تعلم العلم يكون فرض عين، وهو بقدر ما يحتاج إليه لدينه. وفرض كفاية، وهو ما زاد عليه لنفع غيره. ومندوبًا، وهو التبحر في الفقه وعلم القلب. وحرامًا، وهو علم الفلسفة والشعبذة والتنجيم والرمل وعلم الطبيعيين والسحر، ودخل في الفلسفة المنطق. ومن هٰذا القسم علم الحرف والموسيقي. ومكروهًا، وهو أشعار المولدين من الغزل والبطالة.

ومباحًا، كأشعارهم التي لاسخف فيها.''

ترجمہ: ''دینی ضرورت کی حد تک علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے، اس سے زائد دوسروں کے نفع کے لیے علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے۔ فقہ اور تصوف میں مہارت پیدا کرنا مستحب ہے۔ فلسفہ، منطق، شعبدہ بازی (مداری فن)، علمِ نجوم، علمِ رمل، علوم طبیعیات اور علمِ سحر بشمول علم حرف اور علمِ موسیقی، یہ سب حرام ہیں۔ مولدین (متاخرین) کے اشعار، غزلیں، عشقیہ اشعار مکروہ ہیں، البتہ ان لوگوں کے وہ اشعار جن میں کوئی بری بات نہ ہو، وہ مباح ہے۔''

ذیل میں بقدرِ ضرورت اس کی تفصیل لکھی جاتی ہے:

حکم کے اعتبار سے علوم کی چھ قسمیں

علم کی پہلی قسم

اس حد تک علم حاصل کرنا فرضِ عین ہے، جس پر اپنے دینی واجبات وفرائض کی تحصیل موقوف ہو، اس کے تحت نماز، روزہ اور غسل وطہارت کے وہ موٹے موٹے مسائل داخل ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے جن مسائل کے ساتھ ہر شخص کا تعلق ہو، وہ ہر شخص کے لیے سیکھنا ضروری ہیں، اور جن مسائل کا تعلق خاص افراد کے ساتھ ہو، ان کا سمجھنا ان خاص افراد کے لیے واجب ہے۔ اسی طرح جو مسائل ہر وقت پیش آتے ہوں، ان کا علم ہر وقت کے لیے حاصل کرنا ضروری ہے اور جو خاص حالات واوقات میں پیش آتے ہوں، ان کا علم انہی مواقع کے لیے ضروری ہے، لہٰذا کوئی شخص صاحبِ نصاب ہو، تو اس کے لیے زکوٰۃ کے ضروری مسائل سیکھنا لازم ہے۔ کوئی شخص صاحبِ استطاعت ہے، اس پر حج کے احکام جاننا لازم ہے۔ کوئی شخص تجارت وملازمت کررہا ہے، اس پر اپنی تجارت وملازمت کی حد تک ضروری ضروری باتوں کا شرعی حکم جاننا واجب ہے۔ کوئی شخص زراعت وحرفت کا مشغلہ رکھتا ہے تو اس پر اپنے متعلقہ شُغل سے متعلق شرعی مسائل واحکام معلوم کرنا ضروری ہے۔

علم کی دوسری قسم

اپنی ضرورت واحتیاج سے بڑھ کر دوسرے مسلمانوں کی ضرورت واحتیاج کی باتوں کا جاننا فرضِ کفایہ ہے، اس کے تحت وہ تمام علوم داخل ہوجاتے ہیں جن پر کوئی دینی یا دنیوی ضرورت وحاجت موقوف ہو۔ دینی علوم میں اس کی مثال علمِ فقہ کے وہ مسائل ہیں جن کے ساتھ خود اس جاننے والے کا واسطہ پیش نہ آتا ہو، لیکن عام امت یا اس کے کچھ افراد کی ضرورت اس کے ساتھ وابستہ ہو، مثال کے طور پر زید خود صاحبِ نصاب نہیں ہے، لیکن وہ صاحبِ نصاب افراد کی ضرورت پوری کرنے کے لیے زکوٰۃ واجب ہونے اور اس

کی ادائیگی وغیرہ سے متعلق مسائل معلوم کرتا ہے۔ وہ صاحبِ استطاعت نہیں ہے کہ اس کی طرف حج کا حکم متوجہ ہو، لیکن صاحبِ استطاعت افراد کے لیے حج کے مسائل جاننے کی کوشش کرتا ہے، یہ سب فرضِ کفایہ ہے۔ علامہ سنان الدین اماسیؒ اور علامہ ابن عابدینؒ کے ہاں اس ضمن میں علمِ نحو، لغت، کلام، قراءات، علمِ اصولِ حدیث میں اسناد سے متعلق مباحث، علمِ میراث، معانی، بیان، بدیع، اصول اور علمِ ناسخ ومنسوخ سب داخل ہیں۔ دنیوی علوم وفنون میں اس کے تحت وہ تمام فنون داخل ہوجاتے ہیں، جن پر ملت کی بقاء وحفاظت اور اس کی درپیش ضروریات کی تکمیل موقوف ہو۔ ریاضی، طب، تجارت وحرفت، زراعت ومعیشت اور ایک حد تک سائنس وٹیکنالوجی وغیرہ سب اس کے تحت داخل ہوجاتے ہیں۔

علم کی تیسری قسم

علوم کا تیسرا حصہ وہ ہے جو مندوب اور مستحب ہے، یہ وہ حصہ ہے جو فرضِ عین اور کفایہ کی مقدار سے زائد ہو۔

علم کی چوتھی قسم

علوم کی چوتھی قسم یا چوتھا حصہ وہ ہے جو ''حرام'' ہیں، اس کے تحت ''درِمختار'' وغیرہ کتابوں میں درج ذیل علوم کو گنوایا ہے:

۱: علمِ فلسفہ، درِمختار میں اسی کے ضمن میں علمِ منطق کو بھی داخل فرمایا گیا ہے۔ ۲: شعوذہ (مداری پن)۔ ۳: علمِ نجوم۔ ۴: علمِ رمل۔ ۵: علمِ طبیعی۔ ۶: سحر کا علم۔ ۷: کہانت۔ ۸: علمِ حرف۔ ۹: علمِ موسیقی۔ (جن کے مقاصد ووسائل ہونے کے اعتبار سے اور اغراض واہداف کے اعتبار سے احکام میں تفصیل ہے، کما سیأتي)

علم کی پانچویں قسم

معلومات کا چوتھا حصہ وہ ہے جو شرعی نقطۂ نظر سے مکروہ ہے، اس کے تحت ان شاعروں کے غزل واشعار داخل ہیں جو قدیم شعراءِ عرب کے بعد آئے ہیں۔

علم کی چھٹی قسم

چھٹی قسم مباح ہے۔

اس تقسیم کا تجزیہ

یہ تقسیم اپنی جگہ بالکل درست ہے اور اکابر اہلِ علم نے اپنی اپنی کتابوں میں تھوڑے بہت فرق کے ساتھ اس کو ذکر فرمایا ہے، تاہم ایک تو اس سے ''علم کے احکام'' کا پورا ضابطہ سامنے نہیں آتا، کیونکہ زیادہ

تر اس میں مثالوں پر اکتفا فرمایا گیا ہے، دوسری بات یہ ہے کہ اس میں اپنے ماحول وزمانے کے مطابق دینی علوم وفنون کو ہی زیادہ تر پیشِ نظر رکھا گیا ہے، اس زمانے میں نہ عصری علوم کی بہتات تھی اور نہ ہی اس وقت کا معاشرہ اس قدر مادیت زدہ ہو چکا تھا، جتنا اس وقت ہمارا معاشرہ ہے، مادیت پسندی کی وجہ سے دنیوی علوم وفنون کی طرف لوگوں کا رجحان زیادہ ہے اور بہت قلیل طبقہ وہ ہے جن کا دینی مقاصد کے تحت دینی علوم کی طرف التفات رہتا ہے۔

ان دو وجوہات کا نتیجہ ہے کہ اس تقسیم سے موجودہ دور کے تمام علوم وفنون کے احکام معلوم نہیں ہوتے، جبکہ ضرورت اسی بات کی ہے، اس کے پیشِ نظر اس ناکارہ نے اصل مراجع کی طرف بار بار مراجعت کی اور ان کی روشنی میں کوئی جامع ضابطہ متعین کرنا چاہا، ذیل میں وہی ضابطہ ذکر کیا جاتا ہے۔

منقح ضابطہ

علم حاصل کرنے کا کیا حکم ہے؟ کب اس کا حاصل کرنا ضروری، مستحب اور کب ناجائز وحرام ہوتا ہے؟ اس کے متعلق جامع ضابطہ درج ذیل نکات کی شکل میں ذکر کیا جاتا ہے:

❶: علم حاصل کرنے کا حکم معلوم کے تابع ہے، یعنی: جس چیز کو معلوم کیا جاتا ہے، اس کی حیثیت کے مطابق علم حاصل کرنے کا حکم ہوگا۔ اگر کسی کے حق میں کوئی چیز فرضِ عین ہے اور جانے بغیر اس پر عمل نہیں کیا جا سکتا تو اس چیز کو جاننا بھی اس شخص کے حق میں فرضِ عین ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ فرضِ عین علم اَفراد اور حالات کے لحاظ سے مختلف ہو سکتا ہے، بعض افراد کے حق میں ایک چیز کا علم فرضِ عین ہوتا ہے، دوسرے کے حق میں فرضِ عین نہیں ہوتا۔ اسی طرح بعض اوقات کسی چیز کا جاننا فرضِ عین ہوتا ہے، جبکہ دوسرے اوقات واحوال میں ایسا نہیں ہوتا، چنانچہ زکوٰۃ اور روزے کے واجب ہونے کے موقع پر ان کے ضروری مسائل کو جاننا واجب ہے، دیگر مواقع پر ہر شخص کے ذمہ یہ فرضِ عین نہیں۔ ہاں! البتہ بعض چیزیں ایسی ہیں جو ہر مسلمان کے ساتھ متعلق ہیں، ان کا جاننا بھی ہر مسلمان پر ضروری ہے، مثال کے طور پر طہارت ونماز کے ضروری مسائل، اللہ تعالیٰ کے وجود، وحدانیت اور استحقاقِ عبادت جیسی ضروری اور بنیادی نوعیت کی باتیں۔

❷: شریعت کے علوم وتعلیمات کا تحفظ فرضِ کفایہ ہے، لہٰذا مستحب اور مندوب امور کا علم ہر شخص کے لیے تو ضروری نہیں ہے، تاہم مجموعی طور پر اُمت کی ذمہ داری اور ان کا فرضِ منصبی ہے۔

❸: اصل ضابطہ تو یہی ہے کہ علم کا حکم معلوم کے حکم کے ساتھ مربوط ہے، تاہم کچھ عناصر کی وجہ سے علم کا حکم معلوم کے حکم سے کچھ مختلف ہو جاتا ہے، ایسے امور بنیادی طور پر درج ذیل تین ہیں:

الف: مقاصد واہداف۔ بعض اوقات کوئی علم خود جائز، ضروری ہوتا ہے، لیکن ناجائز مقصود اس

کے حاصل کرنے کو ناجائز بنادیتا ہے، اسی طرح بعض اوقات کوئی علم بذاتِ خود مکروہ ومذموم ہوتا ہے، لیکن اچھی نیت اور بھلے قصد کی وجہ سے اس کی کراہت جاتی رہتی ہے اور وہ مندوب ومستحب تک ہوجاتا ہے۔

چنانچہ متعدد احادیثِ مبارکہ میں دینی علوم کو حب جاہ یا مال کے جذبے سے حاصل کرنے کی سخت مذمت فرمائی گئی ہے، حالانکہ علومِ دین کا سیکھنا کم ازکم مستحب ہے، اسی طرح اگر مسلمانوں سے سحر کا دورکرنا کسی اور محفوظ ومباح طریقے سے ممکن نہ ہو تو بقدرِ ضرورت سحر سیکھنا بھی مباح ہے، حالانکہ یہ اصلاً حرام علوم میں سے ہے۔

ب: ذریعہ ووسیلہ۔ خارجی عناصر میں سے دوسری چیز ''علم کے ذرائع ووسائل'' ہیں، بعض اوقات خودکوئی چیز جائز بلکہ ضروری ہوتی ہے، لیکن اس کے حاصل کرنے کا طریقہ جائز نہیں ہوتا اور اسی ذریعے کی وجہ سے اس میں کراہت یا حرمت پیدا ہوجاتی ہے، مثال کے طور پر کوئی شخص علم دین سیکھنے کے لیے کوئی دینی کتاب چوری کرے اور اس سے علم سیکھتا رہے، اسی طرح ''عصری علوم کے حکم'' کے ذیل میں ذکر کردیا جائے گا کہ مخلوط نظامِ تعلیم کی وجہ سے بہت سے مفید دنیوی علوم کو سیکھنا بھی ممنوع ومذموم ہوجاتا ہے۔

ج: نتائج وثمرات: بسا اوقات کسی بات کا علم/فن بذاتِ خود تو ناجائز یا حرام مواد پر مشتمل نہیں ہوتا، لیکن بعض افراد کے حق میں اس کے برے نتائج وثمرات ظاہر ہوتے ہیں، ایسے افراد کے حق میں اس کا حاصل کرنا بھی ممنوع ومذموم بن جاتا ہے۔

رہا یہ سوال کہ اس تیسرے عنصر کی بنیاد پر کونسا علم بہرحال مکروہ وممنوع شمار ہوگا اور کونسا خاص افراد کے حق میں ممنوع قرار پائے گا؟

تو جواب یہ ہے کہ اگر کوئی علم تمام افراد یا اکثر افراد کے حق میں مضر ثابت ہوتا ہے تو سب کے حق میں اس کی مذمت وممانعت کی جائے گی اور اگر کوئی علم ایسا ہے کہ وہ سب یا اکثر لوگوں کے حق میں ضرر وفساد کا باعث نہ ہو، لیکن بعض افراد اس کی وجہ سے بگڑتے ہوں تو ایسے علم کا حکم یہ ہے کہ جس کے حق میں فساد تک پہنچانے کا اندیشہ ہو، اس کے حق میں ممنوع قرار دیا جائے گا اور جس کے حق میں ایسا اندیشہ نہ ہو، اس کے حق میں اس کی اجازت دی جائے گی، تاہم دینی خیر خواہی کا تقاضا ہے کہ متعلقہ مفاسد ومنکرات سے متعلق بھی آگاہی دی جاتی رہے۔

''علم نجوم'' کے حکم کی تفصیل بیان کرتے ہوئے ''إحياء العلوم'' میں ہے:

''وإنما زجر عنه من ثلاثة أوجه: أحدها أنهٗ مضر بأكثر الخلق، فإنهٗ إذا ألقي إليهم أن هٰذه الآثار تحدث عقيب سير الكواكب وقع في نفوسهم أن الكواكب هي المؤثرة وأنها الآلهة المدبرة.''

ترجمہ: ’’تین وجوہات کی وجہ سے علمِ نجوم ممنوع ہے: اول یہ کہ اکثر لوگوں کے حق میں یہ نقصان دہ ہے، کیونکہ جب ان کے دل میں آتا ہے کہ یہ آثار ستاروں کی حرکت کے بعد پیدا ہوتے ہیں تو ان کے دلوں میں یہ بات جاگزیں ہوتی ہے کہ یہی ستارے ہی مؤثر، معبود اور تدبیر کے مالک ہیں۔‘‘

’’فتاویٰ شامی‘‘ میں بھی اس عبارت کو نقل کیا گیا ہے۔

’’علمِ طبیعی‘‘ کے متعلق ’’رد المحتار‘‘ میں ہے:

’’وفي فتاوى ابن حجر: ما كان منه على طريق الفلاسفة حرام؛ لأنه يؤدي إلٰى مفاسد كاعتقاد قدم العالم ونحوهٖ وحرمته مشابهة لحرمة التنجيم من حيث إفضاء كل إلى المفسدة.‘‘

ترجمہ: ’’علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ: جو علمِ نجوم فلاسفہ کے طرز پر ہو وہ حرام ہے، کیونکہ وہ کئی مفاسد کا باعث ہے، مثلاً: عالم کا قدیم ہونا وغیرہ اور اس کی حرمت بھی علمِ نجوم کی طرح ہے کہ دونوں فسادِ اعتقاد کے باعث ہیں۔‘‘

اسی کتاب میں ’’علمِ رمل‘‘ کے حکم کے ضمن میں مرقوم ہے:

’’وفي فتاوى ابن حجر أن تعلمه وتعليمه حرام شديد التحريم لما فيه من إيهام العوام أن فاعله يشارك الله تعالىٰ في غيبه.‘‘

ترجمہ: ’’علامہ ابن حجر ہیتمیؒ کے فتاویٰ میں ہے کہ: علم رمل کا سیکھنا، سکھانا بالکل حرام ہے، کیونکہ اس کی بنیاد پر عوام کو یہ غلط فہمی لاحق ہوسکتی ہے کہ اس کا کرنے والا اللہ تعالیٰ کے ساتھ علمِ غیب کی صفت میں شریک ہے۔‘‘

عصری تعلیم حاصل کرنے کا حکم

عصری علوم کی شرعی حیثیت

یہاں دو چیزوں کو الگ الگ رکھنا اور سمجھنا ضروری ہے، ایک عصری علوم ہیں اور ایک ان کو حاصل کرنے کا عصری نظامِ تعلیم ہے، دونوں کا حکم الگ الگ ہے:

الف: چنانچہ جن علوم وفنون پر ’’عصری علوم‘‘ کا اطلاق کیا جاتا ہے، ان میں سے بہت سے مفید علوم فنون بھی ہیں، جن سے اجتماعی زندگی میں بیش بہا فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہیں جن کی اُمت کو ضرورت ہے اور فی زمانہ ان میں مہارت حاصل کیے بغیر اُمت کی حفاظت کرنا ہی ناممکن یا مشکل

ہے۔ بدقسمتی سے بعض ایسی چیزوں کو بھی علم وفن کا درجہ دیا گیا ہے جن کے مقاصد ونتائج شرعی تعلیمات سے متصادم ہیں، اس لیے درج بالا ضابطے کے مطابق ان میں سے بعض علوم کی حیثیت فرضِ کفایہ، بعض کی مندوب ومستحب، جبکہ بعض کی مکروہ ومذموم کی ہے۔

عصری نظامِ تعلیم میں علم حاصل کرنا

ب: دوسری چیز عصری نظامِ تعلیم ہے، اس کا حکم مختلف ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ اس وقت ہمارے ہاں عصری علوم کا جو نصاب ونظام رائج ہے، ان دونوں میں بعض سنگین قسم کی غلطیاں پائی جاتی ہیں، ان غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ جو اَفراد اس سے گزرجاتے ہیں، ان پر اس کے برے اثرات اور غلط نتائج مرتب ہوتے ہیں، چنانچہ ہمارا محدود مشاہدہ یہ ہے کہ معاشرے میں تین قسم کے اَفراد اس نظام سے گزرتے ہیں:

❶: ٹھیٹھ دینی اور مذہبی سوچ وخاندان والے افراد، ان میں سے بہت سے افراد اس کے مضر اثرات سے محفوظ ہوجاتے ہیں، لیکن اس طبقے کی بھی ایک خاصی بڑی اور قابلِ لحاظ تعداد ایسے ہی افراد کی ہے جو اس نظام میں رہنے کی وجہ سے متعدد عملی اور نظریاتی کوتاہیوں اور گناہوں کے شکار ہو ہی جاتے ہیں۔

❷: بے دین اور آزاد خیال قسم کے لوگ، ان کی بے دینی اور آزاد خیالی میں اضافہ ہوجاتا ہے، بلکہ اس نظام سے ان کی ایک گونا تائید ہوتی ہے، ان کی بے دینی کے لیے مضبوط سہارا مہیا ہوجاتا ہے۔

❸: خالی الذہن افراد، ان کی اکثریت اس نظام میں کچھ عرصہ تک رہ کر بگڑ جاتی ہے، متعدد عملی اور نظریاتی منکرات وگمراہیوں کا شکار ہوجاتی ہے۔

گزشتہ عنوان ''منقح ضابطہ'' کے تحت جو تفصیلات ذکر کی گئیں ہیں، ان کی روشنی میں اس پر غور کیا جائے کہ کیا موجودہ نظامِ تعلیم میں رہ کر عصری علوم حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ تو بات واضح ہوجاتی ہے کہ یہ شرعاً جائز نہیں ہے، حضرات فقہائے کرام نے ''علمِ نجوم'' وغیرہ کی ممانعت کی علت یہ ذکر فرمائی ہے کہ یہ اکثر لوگوں کو شرعی کوتاہیوں میں مبتلا کرنے کا باعث ہے، عصری نظامِ تعلیم میں اس سے بڑھ کر یہ خرابی پائی جاتی ہے۔

شرعی احکام میں کتنے اَفراد کا لحاظ ہوتا ہے

یاد رہے کہ بعض افراد اگرچہ اس نظام میں رہتے ہوئے بھی شرعی کوتاہیوں اور معاصی سے بچ جاتے ہیں، تاہم فقہی احکام کی تفریع وترتیب میں ہر ہر فرد ملحوظ نہیں ہوتا، بلکہ عام طور پر اکثر افراد کا لحاظ کیا جاتا ہے، بلکہ حضرات فقہائے کرام کی تمام تر جزئیات کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو تحقیقی بات یہ سامنے آتی

ہے کہ:

الف: اگر کوئی چیز خود کسی معصیت کا سبب ہو، لوگوں میں کسی گناہ کا میلان وحرکت پیدا کرنے والی ہوتو وہ بہر حال ناجائز ہے۔

ب: کوئی چیز اس معنی میں معصیت کا سبب نہ ہو، لیکن بہر حال اس کی وجہ سے لوگ کسی گناہ کے شکار ہوجاتے ہوں، ایسی چیزوں کا شرعی حکم متعین کرنے میں عام افراد یا اکثر افراد کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔

حضرات فقہائے کرام کی درج ذیل جزئیات کو سامنے رکھا جائے تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے، ان شاء اللہ! ''فتاویٰ ہندیہ'' میں ہے:

''والأصل الفاصل بينهما أن ينظر إلى الأصل، فإن كان الأصل في حقهٖ إثبات الحرمة وإنما سقطت الحرمة لعارض، ينظر إلى العارض إن كان مما تعم به البلوى وكانت الضرورة قائمة في حق العامة فهي كراهة تنزيه، وإن لم تبلغ الضرورة هٰذا المبلغ فهي كراهة تحريم فصار إلى الأصل، وعلى العكس إن كان الأصل الإباحة ينظر إلى العارض، فإن غلب على الظن وجود المحرم فالكراهة للتحريم وإلا فالكراهة للتنزيه.''

ترجمہ: ''فیصلہ کن ضابطہ یہ ہے کہ: کسی عمل (چیز) کے اصل کو دیکھا جائے: اگر کوئی چیز اصلاً حرام ہو، مگر اس کی حرمت کسی عارض کی وجہ سے ساقط ہوئی ہوتو دیکھا جائے گا: اگر عارض میں عمومِ بلویٰ ہو اور عوام الناس کی حد تک ضرورت درپیش ہو، تو وہ عمل مکروہِ تنزیہی قرار پائے گا۔ اگر عارض ضرورت کی حد تک نہ پہنچا ہوتو اصل کا لحاظ کرکے وہ مکروہِ تحریمی قرار پائے گا۔ اس کے برعکس اگر کوئی چیز اصلاً مباح ہوتو عارض کو دیکھا جائے گا: اگر غالب گمان کے مطابق اس میں حرام کا ارتکاب کرنا پڑے تو وہ مکروہِ تحریمی قرار پائے گا، ورنہ مکروہِ تنزیہی۔''

''درِمختار'' میں ہے:

''(وذهب وحديد وصفر) ورصاص وزجاج وغيرها لما مر فإذا ثبت كراهة لبسها للتختم ثبت كراهة بيعها وصيغها لما فيه من الإعانة على ما لايجوز وكل ما أدى إلى ما لا يجوز لا يجوز، وتمامه في شرح الوهبانية.''

ترجمہ: ''سونا، لوہے، پیتل، تانبا، شیشہ وغیرہ کی انگوٹھی کا استعمال (پہننا) چونکہ ممنوع ہے، جب اس کا استعمال ممنوع ہے تو اس کا فروخت کرنا اور بنانا بھی مکروہ ہے، کیونکہ اس میں ناجائز کام میں تعاون ہے، اور جو چیز بھی ناجائز کام کا ذریعہ بنتی ہے، وہ ناجائز ہے۔''

''بدائع'' میں ہے:

’’ولأن الاستمتاع بها بما يقرب من الفرج سبب الوقوع في الحرام. قال رسول الله – ﷺ – ألا إن لكل ملك حمى وإن حمى الله محارمه، فمن حام حول الحمى يوشك أن يقع فيه وفي رواية من رتع حول الحمى يوشك أن يقع فيه، والمستمتع بالفخذ يحوم حول الحمى و يرتع حوله، فيوشك أن يقع فيه دل أن الاستمتاع به سبب الوقوع في الحرام وسبب الحرام حرام، أصله الخلوة بالأجنبية.‘‘

ترجمہ: ’’شرم گاہ کے آس پاس سے لطف اندوز ہونا حرام جماع کا ذریعہ ہے (اس وجہ سے منع ہے)۔ آپ ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ: ’’ہر بادشاہ کی ایک (شاہی) چراگاہ ہوتی ہے (جہاں عوام کو جانے کی اجازت نہیں ہوتی اور وہاں داخل ہونا جرم قرار پاتا ہے) اور خدا تعالیٰ کی چراگاہ حرام چیزیں ہیں، جو شخص چراگاہ کے اردگرد گھومے گا تو خطرہ ہے کہ وہ اس میں پڑ جائے۔‘‘ دوسری روایت میں ہے کہ: ’’ہر بادشاہ کی ایک چراگاہ ہوتی ہے، جو چراگاہ کے اردگرد جانور چراتا ہے تو خطرہ ہے کہ اس میں پڑ جائے۔‘‘ تو حیض کی حالت میں بیوی کی ران سے لطف اندوز ہونا چراگاہ کے اردگرد گھومنا ہے تو ممکن ہے کہ شوہر جماع کر بیٹھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جگہ سے لطف اندوز ہونا حرام میں پڑنے کا ذریعہ ہے اور حرام کا ذریعہ بھی حرام ہوتا ہے۔ اس کی دلیل اجنبی عورت کے ساتھ خلوت کا مسئلہ ہے (کہ حرام کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے روایات میں اس سے ممانعت وارد ہے)۔‘‘

’’ہدایہ‘‘ میں ہے:

’’و لايقرب المظاهر ولا يلمس ولا يقبل ولا ينظر إلى فرجها بشهوة حتى يكفر‘‘؛ لأنه لما حرم الوطء إلى أن يكفر حرم الدواعي للإفضاء إليه، لأن الأصل أن سبب الحرام حرام كما في الاعتكاف والإحرام وفي المنكوحة إذا وطئت بشبهة.‘‘

ترجمہ: ’’کفارہ ادا کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کو بیوی کے پاس جانا، اسے مس کرنا، بوسہ لینا، شہوت کے ساتھ شرم گاہ کو دیکھنا سب باتیں منع ہیں، کیونکہ جب کفارہ سے پہلے وطی حرام ہے تو اس کے دواعی بھی حرام ہیں، کیونکہ وہ حرام کے ذرائع ہیں۔ ضابطہ یہ ہے کہ: حرام کا ذریعہ بھی حرام ہے، جیسا کہ اعتکاف، احرام اور اپنی اُس بیوی کے ساتھ جس کے ساتھ شبہ کی بنیاد پر وطی کی گئی ہو، یہ باتیں ممنوع ہیں۔‘‘

درج بالا ضابطے کی روشنی میں مخلوط نظامِ تعلیم کو دیکھا جائے تو صاف طور پر واضح ہوجاتا ہے کہ یہ

نظام خود معصیت کی طرف میلان وحرکت پیدا کرتا ہے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ ہماری معلومات کے مطابق اکثر اہلِ فتویٰ علماء کرام اس نظم میں تعلیم حاصل کرنے کی ممانعت کرتے ہیں۔

کیا عصری علوم کو بالکل چھوڑا جائے؟

ہم پہلے وضاحت کے ساتھ ذکر کر چکے ہیں کہ عصری علوم اور عصری نظام ونصابِ تعلیم، دو جدا جدا چیزیں ہیں، دونوں کے احکام مختلف ہیں، لہٰذا تعلیم کے نظام ونصاب کی وجہ سے خود عصری علوم کی مذمت وممانعت کسی طرح ثابت نہیں ہوتی، لہٰذا کرنے کا کام یہ نہیں ہے کہ عصری علوم ہی سے ہاتھ دھوکر بیٹھ جائیں، بلکہ جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان میں سے بعض علوم فرضِ کفایہ کی حیثیت رکھتے ہیں جن کو اجتماعی سطح پر چھوڑنا شرعی نقطۂ نظر سے درست ہی نہیں ہے۔ کرنے کا کام اگر ہے تو یہ ہے کہ: ہر مسلمان اپنی استطاعت کی حد تک نصاب ونظام کی تبدیلی اور دینی تعلیمات وہدایات کے مطابق اس کی تشکیلِ نو میں اپنا کردار ادا کرے۔ کوئی حکومتی ڈھانچہ میں خود یا بالواسطہ اثر ورسوخ رکھتا ہے تو وہ وہاں اس کام کے لیے فکرمندی کے ساتھ کام شروع کرے، کوئی اس طرح اثر ورسوخ نہ رکھتا ہو تو وہ اپنی حد تک جو کچھ ہو سکے کر ڈالے، جب تک حکومتی لحاظ سے دینی تعلیمات کے مطابق ڈھانچہ تعمیر اور پھر رائج نہ ہو، اس وقت تک کچھ تجربہ کار اور فکر مند ایسے طریقوں سے ان علوم کے پڑھنے پڑھانے کا انتظام کریں جو شرعی تعلیمات سے ہم آہنگ ہوں۔

جس طرح عصری علوم کی تحصیل کو بالکل چھوڑنا اور اس پر اصرار کرنا دانش مندی سے متصادم اور انتہا پسندی ہے، یوں ہی ناجائز عناصر پر مشتمل نظام میں تعلیم حاصل کرنے پر اصرار کرنا بھی دانش مندی سے متصادم اور انتہا پسندی ہے۔ پہلی صورت میں اگر ضروری دنیوی تقاضے فوت ہوجاتے ہیں تو دوسری صورت میں دینی احکام سے روگردانی پائی جاتی ہے۔ دینی نفسیات کی کمزوری کا نتیجہ ہے کہ پہلی صورت کی تو مذمت کی جاتی ہے، لیکن دوسری صورت کی یا تو مذمت کرنے سے رُکا جاتا ہے اور یا اس کی تائید وتصویب کی جاتی ہے۔

اخیر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُمتِ مرحومہ کی حالت پر خصوصی رحمتیں نازل فرمائیں، اس کو ذلت وپستی کے گڑھے سے نکال کر عزت ورفعت اور خلافت وقیادت کی اہلیت ولیاقت نصیب فرمائیں، تاکہ اس کا چھوٹا بڑا ہر منصوبہ دینی سانچے اور مذہبی قالب کے اندر ہو، واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب.

..... ۞ ..... ۞ ..... ۞ .....